تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار　　لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

نی : اقتدار احمد مرحوم　　٦ تا ١٢ جنوری ٢٠٠٠ء　　مدیر : حافظ عاکف سعید

باہمی محبت کسی خارجی ذریعہ سے پیدا نہیں کی جا سکتی

اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے کام کرنے والوں کے درمیان تعلق اور باہمی محبت کسی خارجی ذریعہ سے پیدا نہیں کی جا سکتی' میرے علم میں ابھی تک کوئی ایسا مادہ یا کیمیاوی مرکب نہیں آیا جو گوند کی طرح انسانوں کے دلوں کو جوڑ دے' اس میں کوئی مصنوعی کشش کارگر نہیں ہوتی' آپس کی محبت کا سرچشمہ انسان کے دل اور انسان کے اندرون میں پایا جاتا ہے —— کاغذوں کو ایک دوسرے سے چپکانا آسان ہے' کسی عمارت کی اینٹوں کو مسالے سے جوڑا جا سکتا ہے مگر انسانی دلوں کے معاملہ اس سے کہیں زیادہ نازک' کہیں زیادہ دشوار ہے۔ انسانی تنظیمات کے سامنے (زمانہ قدیم میں بھی اور آج بھی) یہ بڑا مسئلہ رہا ہے کہ کام کرنے والوں کو شیر و شکر کس طرح بنایا جائے' جس طرح دودھ اور شکر مل کر مفید بن جاتے ہیں' اور پھر شکر اس میں اس طرح تحلیل ہو جاتی ہے کہ اس کو الگ کرنا مشکل ہوتا ہے' اسی طرح کام کرنے والوں کو ایک دوسرے سے کس طرح پیوست کیا جائے کہ ان کی انفرادیت ختم ہو جائے اور اس سے زیادہ صحیح الفاظ میں انانیت ختم ہو جائے۔

دراصل یہ بات خدا اور رسول سے سچی محبت کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی جبکہ خدا اور رسولؐ کی محبت محض مطالعہ سے' محض غور و فکر اور ذہانت سے' تقریریں' مقالے سننے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ محبت و ایثار پیدا کرنے کے لئے قرآن اور سیرت نبویؐ کا گہرا مطالعہ ضروری ہے۔

آج ہمارے پاس اسلام کے خزانہ عامرہ میں' اسلام کی جھولی میں قرآن مجید اور سیرت نبوی سے زیادہ طاقتور مسیحائے نفس' بلکہ حیات آفریں' انقلاب انگیز اور معجز نما کوئی چیز نہیں ہے' ہم جس چیز پر فخر کر سکتے ہیں' ہمارے پاس طاقت کا جو سب سے بڑا سرچشمہ ہے' جس سے ہم دلوں کو مسخر کر سکتے ہیں' ہم جس سے انانیتوں کو' نفس کی شرارتوں اور جذبات کو مغلوب کر سکتے ہیں' جس سے دل کی دنیا بدل سکتی ہے' جس سے ہم زمین کی پستی سے آسمان کی بلندی تک پہنچ سکتے ہیں' شیطان کا مقابلہ کر سکتے ہیں' وہ اللہ کی کتاب قرآن ہے۔ اس کے بعد سیرت نبویؐ ہے۔ سیرت نبویؐ آج بھی دنیا میں ایک نیا انقلاب لانے کی طاقت رکھتی ہے کیونکہ سیرت نبویؐ میں وہ واقعات ملیں گے جو ہم کو خود فراموش بنا دیں اور ہمارے اندر ایک نیا جذبہ پیدا کر دیں۔

(سید ابوالحسن ندویؒ کی کتاب "نئی دنیا امریکہ میں صاف صاف باتیں" سے ایک اقتباس)

اس شمارے میں

☆ اداریہ 2
☆ جنرل مشرف کے نام پیغام 3
☆ منبر و محراب 4
☆ اراکانی مسلمانوں کی پکار 7
☆ عید کا دن 8
☆ اقامت صلوٰۃ و اقامت دین 9
☆ قرضوں کی جنگ (۴) 10
☆ کاروانِ خلافت 11
☆ متفرقات *

قارئین کو عید مبارک

قارئین نوٹ فرمالیں کہ عید الفطر کی تعطیلات کے باعث ندائے خلافت کا اگلا شمارہ شائع نہیں ہو سکے گا جس کے لئے ادارہ پیشگی معذرت خواہ ہے۔

معاونین برائے مدیر :
☆ فرقان دانش خان ☆ سردار اعوان
☆ نعیم اختر عدنان ☆ مرزا ایوب بیگ
نگران طباعت : شیخ رحیم الدین
پبلشر : محمد سعید اسعد' طابع : رشید احمد چوہدری
مطبع : مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت : 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور
فون : 3-5869501 فیکس : 5834000
سالانہ زرِ تعاون : -/175 روپے

قیمت : 3 روپے　　شمارہ : 1

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

سی ٹی بی ٹی پر دستخط یا ڈیتھ وارنٹ

ہندوستان کے مشہور عالم دین مولانا ابوالحسن علی ندوی المعروف علی میاں قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں' اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حق مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ وہ ایک باعمل اور انتہائی صالح عالم دین ہونے کی بنا پر عالم اسلام میں ایک خصوصی مقام رکھتے تھے۔ اگرچہ ہمارے ہاں یہ رواج پڑ گیا ہے کہ کسی بھی مشہور و معروف شخصیت کے انتقال پر یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ فلاں کی موت سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ کبھی پُر نہیں ہو سکے گا لیکن حقیقت یہ ہے کہ قحط الرجال کے اس دور میں مولانا کی وفات سے عالم اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ پاکستان میں عوام کی اکثریت ان کی دینی اور علمی خدمات سے واقف نہیں' لہٰذا عوامی سطح پر کسی رنج و الم کی کیفیت محسوس نہیں کی گئی۔ البتہ دینی حلقے موت العالِم موت العالَم کی سی کیفیت محسوس کر رہے ہیں۔ بہرحال موت ایک اٹل حقیقت ہے اور اس سے کسی بشر کو مفر نہیں' قیصرو کسریٰ ہوں یا اللہ کے رسول ؐ موت کا ذائقہ تو سب کو چکھنا ہے۔ اس مسافر خانہ میں کسی مسافر کو کتنی دیر قیام کرنا ہے' یہ اس پاک ذات سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا جو علیم و خبیر بھی ہے اور حکیم بھی۔ اسی کا فیصلہ بہترین فیصلہ ہے لہٰذا راضی برضا ہونا ہماری مجبوری ہی نہیں ہے بلکہ اسی میں ہماری بھلائی بھی ہے۔ ہمارا اصل رونا تو یہ ہے کہ امت مسلمہ پر ذلت و مسکنت انتہائی بری طرح چھا چکی ہے اور ہمارے قائدین اتنے بے بس و لاچار دکھائی دیتے ہیں گویا کسی نے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے ہیں۔ ایسے میں مولانا علی میاں جیسی شخصیت کے سائے سے محروم ہو جانا حقیقی صدمے کی بات ہے۔

ہارون الرشید جو ہمارے ملک کے نامور صحافی ہیں اور روزنامہ جنگ میں کالم لکھتے ہیں انہوں نے ۳ جنوری کے اپنے کالم میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کے خواب کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے وہ چشم کشا ہی نہیں بلکہ لرزا دینے والا ہے۔ ہمارا ارادہ تھا کہ اس کالم کا خلاصہ اداریے میں شامل کر دیں گے لیکن اس کالم کے انتہائی اہم ہونے کے حوالے سے فیصلہ کیا ہے کہ اسے الگ من و عن شامل کر دیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام دشمن قوتوں نے عالم اسلام کو جس طرح کارنز کر دیا ہے پاکستان کی ایٹمی صلاحیت وہ واحد شے ہے جو امت مسلمہ کی مکمل تباہی میں حائل ہو سکے گی اور اس کی حفاظت ہمارا ملکی اور قومی فریضہ ہی نہیں دینی فریضہ ہے۔ اگر ہم کسی لالچ میں آ کر اپنی اس صلاحیت سے دستبردار ہونے پر آمادہ ہو گئے تو یہ پاکستان سے نہیں امت مسلمہ سے غداری ہو گی۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اس شمارے میں شامل ہارون الرشید صاحب کے کالم کا ضرور مطالعہ کریں تاکہ مولانا کی تعزیت اور پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کو جوڑ کر لکھے جانے کی وجہ سمجھ آ سکے۔

ہمارے بعض سیاست دان اور دانشور یا تو انتہائی سادھے اور بھولے ہیں یا پھر ذاتی مفاد اور دنیا کی ہوس میں اندھے اور بہرے ہو چکے ہیں۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ سی ٹی بی ٹی کا جال بطاہر عالم اسلام کے لئے گیا ہے۔ سی ٹی بی ٹی اگر اتنی ہی بے ضرر اور سیدھی سی دستاویز ہے تو امریکہ پاکستان سے دستخط کروانے کے لئے مرا کیوں جا رہا ہے؟ کیا ہمارے یہ مہربان امریکہ اور اس کی باندی یو این او کا عالمی قوانین کے نفاذ کے حوالے سے طرز عمل نہیں دیکھتے؟ کیا ان پر واضح نہیں ہے کہ مشرقی تیمور اور کشمیر میں سلامتی کونسل کی قراردادوں پر عمل پیرا ہونے کے حوالے سے جو فرق روا رکھا گیا ہے وہ محض بے شرمی اور ڈھٹائی نہیں ہے بلکہ صلیبی جنگوں کی تیاری ہے۔ ہم ان وزیر بے تدبیر سے بھی یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں جو آج کل سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کے لئے لابنگ کر رہے ہیں کیا انہوں نے نیٹو کے کمانڈر کا یہ بیان پڑھا یا سنا نہیں تھا کہ "ہمارا اگلا مقابلہ اسلام سے ہو گا!"۔ عراق کے مشہور ایٹمی سائنسدان کو فرانس کے ہوٹل میں پُراسرار طریقے سے ہلاک کر دینا اور عراق کی ایٹمی تنصیبات کو ایران عراق جنگ کی آڑ میں ملیامیٹ کر دینا بھی اسی منصوبے کا حصہ ہے۔ یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ اگر جنگ عظیم دوئم میں جاپان بھی ایٹمی اسلحہ سے لیس ہوتا تو امریکہ جاپان پر ایٹمی حملہ کرنے کی کبھی جرأت نہ کرتا۔ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت صرف پاکستان کے دفاع ہی کے لئے ناگزیر نہیں بلکہ عالم اسلام اور خصوصاً ہمارے مقدس مقامات کی حفاظت کے لئے ازحد ضروری ہے۔ قرضوں کی ری شیڈولنگ یا معافی تو معمولی بات ہے' خدا کی قسم! اگر شیطان بزرگ امریکہ ۱۴ کروڑ پاکستانیوں کو سونے میں بھی تول دے تب بھی ہمیں سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے سے انکار کر دینا چاہئے۔ کیا جنرل مشرف سومنات کے ان متولیوں کو محمود غزنوی بن کر جواب دیں گے؟ یقیناً ہمارے فوجی حکمران یہ بات ہم سے بہتر جانتے ہوں گے کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنا اپنے ڈیتھ وارنٹ پر دستخط کرنا ہے!۔

ماہِ فروری میں تربیت گاہوں کا شیڈول

رفقاء نوٹ فرمالیں' ماہِ فروری ۲۰۰۰ء میں تربیت گاہوں کا شیڈول حسب ذیل ہو گا:

☆ ۶ تا ۱۲ فروری' مبتدی تربیت گاہ' بمقام مرکزی دفتر گڑھی شاہو لاہور
☆ ۲۰ تا ۲۶ فروری۔ ملتزم تربیت گاہ۔ بمقام قرآن ہال سرگودھا

جنرل پرویز مشرف کے نام ایک پیغام

ہارون الرشید

یہ کالم روزنامہ جنگ ۳ جنوری ۲۰۰۰ء میں شائع ہو چکا ہے۔ یہاں قارئین اور حکمران طبقے کی توجہ کے لئے شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔

پاکستانی فوج کے سربراہ جنرل محمد ضیاء الحق نے مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے توسط سے اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ سے ایک عہد باندھا تھا.... وقت آگیا ہے کہ یہ راز بیان کر دیا جائے' جنرل پرویز مشرف کو اس وعدے سے آگاہ کر دیا جائے اور یہ عہد ان کی طرف منتقل کر دیا جائے۔

ایک صادق اور امین گواہ موجود ہے جو پوری ذمہ داری اور تفصیل کے ساتھ اس تحریر پر شہادت دے سکتا ہے اور جنرل پرویز مشرف اس گواہ سے ذاتی طور پر واقف ہیں' یہ ان کی سیکورٹی کونسل کے رکن ڈاکٹر محمود غازی ہیں۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے نائب صدر اور سپریم کورٹ کے سابق جج۔

بہت دن پہلے ڈاکٹر صاحب نے یہ واقعہ اس عاجز کو سنایا تھا' تب انہوں نے اشاعت کی اجازت مرحمت نہ کی تھی۔ جمعہ کی شب جب کسی اور موضوع پر گفتگو کے لئے اس صاحب علم کو زحمت دی گئی تو ازراہِ کرم انہوں نے رونگٹے کھڑے کر دینے والا یہ واقعہ میرے لئے دہرایا اور اشاعت کی اجازت عطا کی۔

پورے ۲۴ گھنٹے میں' مَیں نے معاملے کے سیاق و سباق پر غور کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ پیغام منتقل کرنے کا وقت ہے اور اب اس میں تاخیر نہ ہونی چاہئے۔

یہ آٹھویں عشرے کا ذکر ہے (تاریخ اخبارات کی فائل سے متعین کی جا سکتی ہے) جب مدینہ منورہ سے جنرل محمد ضیاء الحق کے رفیق کار جناب اے کے بروہی نے ٹیلی فون پر ان سے رابطہ کیا اور بتایا کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی (مرحوم) جدہ سے بھارت جاتے ہوئے نصف دن کے لئے کراچی میں قیام کریں گے وہ ایک انتہائی اہم پیغام لے کر آ رہے ہیں' لہٰذا صدر راولپنڈی سے کراچی پہنچ کر ان سے مل لیں۔ معلوم نہیں عظیم قانون دان نے سرکار ﷺ کا حوالہ دیا یا نہیں تاہم جنرل محمد ضیاء الحق نے فوراً ہی آمادگی ظاہر کی۔ حجاز سے اے کے بروہی بھی ان کے ساتھ آئے۔

جیسا کہ بعد میں جناب بروہی نے ڈاکٹر محمود غازی کو بتایا کہ یکایک انہیں الجھنوں نے آ لیا تھا اور وہ قرار کی تلاش میں حجاز مقدس گئے تھے۔ مدینہ منورہ میں مولانا ابوالحسن علی ندویؒ سے ان کی ملاقات ہوئی۔ وہ شخص کہ عالم کی حیثیت سے تاریخ جس کا تذکرہ ابوالکلام آزادؒ' علامہ اقبالؒ' مولانا اشرف علی تھانویؒ اور سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے ساتھ کرے گی اور جہاں تک ان کے خاص ہنر یعنی عربی زبان میں نثر نگاری کا تعلق ہے ساری دنیا جانتی ہے کہ عرب و عجم میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ اس آدمی کی ذاتی زندگی اجلی پاکیزہ اور قابل تقلید تھی۔

مدینہ منورہ میں اے کے بروہی نے مولانا ابوالحسن ندویؒ کو یکایک اس حال میں دیکھا کہ اضطراب ان کے پورے پیکر سے پھوٹ رہا تھا۔ سرکار ﷺ کا پاکباز امتی گنبد خضریٰ کے سائے میں حیران اور ہراساں تھا۔ یہ کس قدر تعجب خیز بات تھی؟

ابوالحسن علی ندویؒ ایسے لوگ اپنے اضطراب کا راز بیان نہیں کیا کرتے لیکن اے کے بروہی غالباً اسی لئے مدینہ منورہ بلائے گئے تھے کہ پیغام سنیں اور پہنچا دیں۔ ابوالحسنؒ نے جنہیں پیار سے علی میاں کہا جاتا تھا خواب میں سرکار ﷺ کو دیکھا اور عالی مرتبت ﷺ نے ان سے خواب میں یہ پوچھا کہ انہوں نے آپؐ کی حفاظت کا کیا انتظام کیا ہے۔ جیسا کہ بعد میں علی میاں نے بیان کیا وہ مضطرب ہو کر اٹھ بیٹھے لیکن کچھ دیر میں دوبارہ سوئے تو پھر سے سرکار ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپؐ نے دوسری بار سوال کیا "تم نے میری حفاظت کا کیا انتظام کیا ہے؟"

رسول اللہ ﷺ کے دونوں امتی اضطراب' حیرت رنج خوف اور تعمیل کی آرزو کے ساتھ بہت دیر تک اس سوال پر غور کرتے رہے کہ سرکار کے ارشاد کا مفہوم کیا ہے ظاہر ہے کہ یہ نور الدین زنگی کا سا معاملہ نہ تھا' جب دو بدبخت یہودیوں نے مرقد مبارک میں نقب لگانے کی جسارت کی تھی۔ نو سو برس سے سیسے کی دیواریں جسم اطہر کی حفاظت کرتی ہیں اب اس اشارے کا مفہوم شاید کچھ اور تھا۔

آخر کار وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اس معاملے کو عالم اسلام کی سب سے بڑی سپاہ کے سردار جنرل محمد ضیاء الحق کے سپرد کر دیا جائے۔ ان کے نزدیک اس پیغام کا مطلب یہ تھا کہ سرکار ﷺ کی سرزمین بالخصوص اور عالم اسلام بالعموم خطرات سے دوچار ہے۔

یہ سمجھ میں آنے والی بات تھی کیونکہ سرکار کو اپنی امت سے بڑھ کر کبھی کسی چیز کی فکر لاحق نہ ہوئی تھی۔ بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں کہ جزا و سزا کے دن جب عظیم الشان انبیاء سمیت ہر شخص اپنی جان کے روگ میں مبتلا ہو گا سرکار اس روز بھی امت کے غم خوار ہوں گے۔ خیر مقدم ہو چکا' عظیم استقبالیہ تقریب برپا کی جا چکی اور تنہائی کا لمحہ وارد ہوا۔ یہ وقت ان سب پہ بہت بھاری تھا۔

سادہ اور کھرے آدمی نے سارا عرب جس کے حسن بیان کا مداح تھا۔ صاف اور آسان الفاظ میں اپنا خواب دہرایا۔ پھر شائستہ جنرل کے گریبان پر رکھا میں نے کہا سرکار ﷺ کا پیغام آپ کو پہنچا دیا۔ قیامت کے دن حضور ﷺ کے سامنے مجھ سے سوال کیا گیا تو اسی گریبان کو تھام کر آپ کے سامنے لے جاؤں گا اور عرض کروں گا کہ میں نے فرض چکا دیا تھا۔ یہ کہتے ہوئے ۷۳ سالہ عالم دین رو دیا۔ گداز اور درد کی شدت سے شاید اس کا پورا پیکر کانپ رہا ہو گا' بروہی روئے اور محمد ضیاء الحق بھی روئے کہ دونوں گریہ کرنے والے آدمی تھے۔ لیکن جنرل کیلئے یہ فیصلے کی ساعت تھی وہ زیادہ دیر رو نہ سکتا تھا۔ لہٰذا اس نے جلد ہی خود کو تھام لی پانچ لاکھ فوج اور ایٹمی پاکستان کے سربراہ نے اپنے آنسو پونچھے پھر انکسار اور عاجزی لیکن محکم لہجے میں انہوں نے کہا اگر آنجناب کو پھر سے حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہو تو نہایت ادب سے عرض گزاریں کہ پاکستانی فوج کا آخری سپاہی تک کٹ مرے گا لیکن مدینہ منورہ اور حرمین شریفین پر آنچ نہ آنے دے گا۔ کون جانتا ہے کہ اس وقت جنرل کی آنکھوں میں کیسی چمک ہو گی اور وہ کن رفعتوں کو چھو رہا ہو گا۔

جنرل نے اپنا وعدہ کس طرح پورا کیا؟ میرا خیال ہے کہ ایٹمی پروگرام کی تکمیل اور حفاظت سے پھر وہ قتل کر دیئے گئے اور ظاہر ہے کہ انہیں ان لوگوں نے قتل کیا جو عالم اسلام کے دشمن تھے۔ ان کے جانشین صدر غلام اسحاق خان ایک نوکری پیشہ آدمی تھے اور ان سے کسی کو کوئی امید نہ تھی۔ لیکن تاریخ شہادت دے گی انہوں نے امانت داری کے تمام تقاضے پورے کر دکھائے۔ وہ امریکی سازشوں کے سامنے ڈٹے رہے حتیٰ کہ اقتدار سے الگ کر دیئے گئے۔ بے نظیر کو ایٹمی پروگرام میں مداخلت کی اجازت ہی نہ تھی وہ ایسی بد قسمت پاکستانی حکمران تھیں جنہیں کہوٹہ میں داخل ہونے کی توفیق تک نہ ہو سکی۔

جہاں تک نواز شریف کا تعلق ہے جلد ہی کھل جائے گا کہ انہوں نے صرف کارگل پر بہنے والے پاک لہو کا سودا نہ کیا تھا بلکہ وہ افغانستان' اسامہ بن لادن' ایٹم بم اور میزائل پروگرام کا قضیہ چکانے کا وعدہ بھی کر چکے تھے لیکن پھر ایک ذرا سی غلطی انہیں اس طرح اڑا لے گئے جیسے تنکے کو آندھی اڑا لے جاتی ہے۔

اب یہ جنرل پرویز مشرف اور ان کے بلند عزم رفقاء کی ذمہ داری ہے جن میں سے بعض کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ شاید گردنیں کٹوا دیں مگر پاکستان اور اسلام سے بے وفائی نہ کریں۔

اس عاجز کا فرض صرف یہ تھا کہ ۱۹۸۰ء کی پاک فوج کے سربراہ نے جو سید ابوالحسن علی ندویؒ کے توسط سے سرکار ﷺ کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا وہ ۲۰۰۰ء کی سپاہ اور اس کے سرداروں تک پہنچا دیا جائے۔ اس سوال پر غور کرنا ان کا کام ہے کہ کیا ایٹمی پروگرام کے بغیر یہ وعدہ پورا کیا جا سکتا ہے اور یہ کیا کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخطوں کے بعد یہ پروگرام محفوظ ہو گا؟

رہ گیا وہ شخص جو سی ٹی بی ٹی پر دستخطوں کے لئے بہت بے چین ہے تو تحقیق کر لی جائے کہ اس شخص اور اس کی اولاد کے مفادات پاکستان سے وابستہ ہیں یا امریکہ سے۔ اس عاجز کے پاس کچھ شواہد موجود ہیں اور وقت آیا تو وہ قوم کے سامنے پیش کر دے گا۔ اگر وہ زندہ رہا' اگر اس کا سر اس کے کندھوں پر سلامت رہا "اور اللہ کی رحمت سے صرف گمراہ ہی مایوس ہوتے ہیں"۔ (القرآن)

☆ ☆ ☆

سود سے متعلق عدالت عظمیٰ کے فیصلے کو اس صدی کا عظیم ترین واقعہ قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا

افسوس! ہمارے ملک کے سیکولر مزاج دانشوروں نے اس فیصلے کو بہت بڑا حادثہ قرار دیا ہے

حکومت تاخیر سے بچنے کے لئے کسی نئے نظام کی تشکیل کے بجائے پہلے سے موجود کوئی سکیم لے کر کام شروع کر دے

اسلام کے دو معاشی نظام ہیں' ایک نظام روحانی و ایمانی سطح سے تعلق رکھتا ہے جبکہ دوسرا قانونی نظام ہے

ضیاء الحق مرحوم نے شریعت کورٹ کی صورت میں جو آئینی نظام بنایا تھا وہ اصولاً درست ہے

سود سے پاک سرمایہ کاری ہی واحد فطری اور عادلانہ نظام معیشت ہے

مسجد دارالسلام باغِ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۳۱/دسمبر ۹۹ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

(مرتب : فرقان دانش خان)

نیا سال؟ نئی صدی؟

حضرات! آج سن عیسوی کی آخری تاریخ ہے' کل سے نیا سال سن ۲۰۰۰ء شروع ہوگا۔ اس ضمن میں لوگوں کو ایک غلط فہمی یہ ہو گئی ہے کہ کل سے نئی صدی بھی شروع ہو رہی ہے' حالانکہ نئی صدی ۲۰۰۱ء سے شروع ہوگی۔ میرے نزدیک اس غلط فہمی پر جمے رہنے کی وجہ یہ ہے کہ آج لوگوں کو مغربی تہذیب کے زیر اثر جشن منانے کا کریز ہو گیا ہے۔ شاید اسی لئے نئی صدی یا نئے سال کا استقبال کرنے کے لئے لوگوں میں ایک بے قراری کی کیفیت نظر آتی ہے۔ واضح رہے کہ اول تو یہ عیسوی سن کا آغاز ہے اور پاکستان ایک اسلامی ملک ہے۔ دوسرے ان دنوں رمضان کا بابرکت مہینہ سایہ فگن ہے۔ چنانچہ پاکستان میں تو آج کی رات اس قسم کا کوئی طوفان بدتمیزی برپا نہیں ہونا چاہئے۔ اگر ایسا ہو تو نہی عن المنکر کے حوالے سے ملک میں کوئی ایسی قوت ہونی چاہئے جو چیلنج کر سکے کہ ہم یہ سب نہیں ہونے دیں گے۔ اس تناظر میں اسلامی جمعیت طلبہ کی دھمکی کی تائید کرتا ہوں کہ ایسے لوگ اللہ کی نافرمانی سے باز رہیں' ورنہ نتائج کے وہ خود ذمہ دار ہوں گے۔

سود سے متعلق عدالت عظمیٰ کا فیصلہ :

سود کی حرمت سے متعلق پاکستانی عدالت عظمیٰ کا حالیہ فیصلہ عالمی مالیاتی استعمار اور سرمایہ دارانہ نظام کے لئے ایک بہت بڑے چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا اس فیصلے کو اس صدی کا عظیم ترین واقعہ قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ دراصل باطنی اعتبار سے بعض واقعات بہت اہمیت رکھتے ہیں لیکن لوگوں کو ابتداء میں ان کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہو پاتا۔ جیسے جزیرہ نمائے عرب میں جب حضور ﷺ پیدا ہوئے تو دنیا کو کیا پتہ تھا کہ یہ شخصیت تاریخ کا رخ موڑ دے گی۔ اسی طرح دنیا کے ایک چھوٹے سے ملک پاکستان میں سود کے خلاف اٹھائی جانے والی آواز سے ان شاء اللہ عالمی مالیاتی نظام کے ایوانوں میں زلزلہ برپا ہو جائے گا۔

منبر و محراب

حالانکہ آج پوری دنیا سودی جال میں اس طرح پھنس چکی ہے کہ اس کے چنگل سے نکلنے کا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔

ہمارے ملک کے دانشوروں کا طرز عمل :

ہمارے ملک کے سیکولر مزاج دانشوروں نے اس عدالتی فیصلے کو بہت بڑا حادثہ قرار دیا ہے۔ افسوس کہ انہی میں ڈاکٹر مبشر حسن صاحب بھی شامل ہیں۔ میں انہیں اپنا بزرگ مانتا ہوں' کیونکہ ایک زمانے میں وہ میرے بڑے بھائی کے استاد رہ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ ایک بہت بڑے پانی پتی دینی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں اور مولانا حالی کے رشتہ داروں میں سے ہیں۔ لیکن انہوں نے انگریزی معاصر روزنامہ ڈان میں نمایاں طور پر شائع ہونے والے اپنے ایک بیان میں اس عدالتی فیصلے سے متعلق جو باتیں کی ہیں وہ ان کے شایان شان نہیں۔ تاہم ان کا یہ کہنا کہ عدالت کے اس فیصلے کی تنفیذ سے سارا مالیاتی نظام تہ و بالا ہو جائے گا اس حد تک درست ہے کہ نئی عمارت کی تعمیر کے لئے پرانی عمارت زمین بوس کرنا پڑتی ہے۔ درحقیقت ڈاکٹر مبشر حسن صاحب کی پریشانی کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ صرف دو نظاموں یعنی کیپیٹل ازم اور کیمونزم سے واقف ہیں کیونکہ بدقسمتی سے آج اسلام کا معاشی نظام کہیں قائم نہیں ہے۔ لیکن اتنے معمر اور جہاندیدہ شخص کے لئے یہ بات حجت نہیں بن سکتی۔ انہیں خود دیکھنا چاہئے کہ ان دو نظاموں کے علاوہ بھی انسان کی فلاح کا کوئی نظام دنیا میں موجود ہے یا نہیں۔

دنیا میں رائج دو معاشی نظام :

اس وقت دنیا میں رائج سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکی نظام کامل نظام نہیں ہیں۔ یہ دونوں نظام دو انتہاؤں پر واقع ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام میں امیر اور غریب کے درمیان ایک ناقابل عبور خلیج پیدا ہو جاتی ہے۔ امیر اور غریب کے مابین اسی لامحدود فرق و تفاوت کے ردعمل کے طور لوگوں نے اشتراکی نظام اپنایا تھا۔ لیکن اشتراکی نظام کی سب سے بڑی خامی یہ تھی کہ اس کی بدولت ون پارٹی سسٹم کی صورت میں بدترین آمریت قائم ہو گئی تھی۔ چنانچہ سوچا گیا کہ آدمی کو اظہار رائے کی بھی کچھ آزادی ہونی چاہئے' لہٰذا سوشلزم کا نظام وجود میں آگیا۔ لیکن سوشلزم کا نظام بھی کیمونزم کی خرابیوں سے مکمل طور پر چھٹکارا حاصل نہیں کر سکا اور آج سوشلزم بھی ناکام ہو چکا ہے۔

اشتراکی نظام چونکہ ایک غیر فطری نظام تھا اس لئے روس میں یہ نظام اپنی موت آپ مرگیا۔ اس پر دنیا میں یہ سمجھا گیا تھا کہ سرمایہ دارانہ نظام ہی بہترین نظام ہے' لیکن سرمایہ دارانہ نظام کا ظلم بھی اب لوگوں پر آشکار ہو چکا ہے۔ چنانچہ سرمایہ دارانہ نظام کے سب سے بڑے نمائندہ ملک امریکہ کے شہر واشنگٹن (سیٹل) میں پچھلے دنوں اس نظام کے خلاف بہت بڑا مظاہرہ ہوا' جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نظام کی جڑوں پر تیشہ رکھا جا چکا ہے۔

اس کے ساتھ یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ ان دونوں نظاموں میں کچھ خوبیاں بھی موجود ہیں۔ کیپٹیل ازم (سرمایہ دارانہ نظام) میں وہ تمام تقاضے پورے کئے گئے ہیں جو انسانی جبلت میں موجود ہیں۔ مثلاً انفرادی ملکیت اور اس کے نتیجے میں ذاتی ترقی کا جذبہ' مارکیٹ میں طلب اور رسد کے قانون کے تحت مقابلے کا کھلا میدان اور آجر (مالک) کو ہائر اینڈ فائر کا اختیار اس نظام کی اعلیٰ ترین خوبیاں ہیں۔ جبکہ کیمونزم (اشتراکی نظام) کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس میں امیر اور غریب کا فرق ایک اور تیس کے تناسب سے آگے نہیں بڑھ سکا۔

اسلام کا معاشی نظام:

اسلامی نظام معیشت میں نہ صرف کیمونزم اور کیپٹیل ازم کی ساری خوبیاں جمع کر دی گئی ہیں بلکہ اسلام کا عادلانہ نظام ان دونوں نظاموں کے برے اثرات سے بھی مکمل طور پر محفوظ ہے۔ دراصل اسلام کا معاشی نظام دو نظاموں پر مشتمل ہے۔ ایک نظام روحانی اور ایمانی سطح سے متعلق ہے' جبکہ دوسرے نظام میں قانونی و فقہی تعلیمات دی گئی ہیں۔ اگرچہ اسلام کے ان نظاموں میں زمین و آسمان کا فرق ہے' لیکن ایک اسلامی معاشرے میں یہ دونوں نظام ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ اور متوازی چلتے ہیں۔ البتہ روحانی اور ایمانی سطح کا اسلامی معاشی نظام رضا کارانہ ہے۔

(i) اسلام کا روحانی معاشی نظام: اسلام کے روحانی معاشی نظام میں انفرادی ملکیت کی مطلق نفی کر دی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ ہر شے کا حقیقی مالک اللہ ہے۔ انسان کو جو چیز بھی دی گئی ہے بطور امانت دی گئی ہے' یعنی انسان صرف امین ہے۔ اسی طرح انسان محنت کر کے جو کچھ کماتا ہے اُسے اپنی محنت کا کسب نہ سمجھے بلکہ اسے اللہ کا فضل مانے۔ تیسرے اس کسب میں انسان کو خرچ کا حق صرف جائز ضروریات کی حد تک ہے۔ باقی کے لئے وہ اللہ کی مرضی کے مطابق خرچ کرنے کا پابند ہے۔ اس نظام کی چوتھی تعلیم یہ ہے کہ جو بھی ضرورت سے زیادہ ہے وہ درحقیقت معاشرے کے دوسرے محروم طبقات کا مال ہے جو تمہارے مال میں شامل ہو گیا ہے لہٰذا ضرورت سے زائد تمام مال اللہ کی راہ میں دے دو۔ تاہم اس نظام کی یہ شق لازم نہیں ہے۔ اس کے لئے ترغیب و تشویق دلائی گئی ہے' کیونکہ زائد از ضرورت مال کو فی سبیل اللہ دے دینے کا اصل حسن رضاکارانہ طور پر خرچ کرنے میں ہے۔

البتہ سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۳۴ اور ۳۵ کی رو سے دینی خدمات کرنے والوں کے لئے زائد از ضرورت مال جمع کرنا بالکل ممنوع ہے' یعنی اگر دین کا کام کرنے والے سرمایہ دار بن جائیں تو وہ بہت بڑے گناہگار ہیں' کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ انہوں نے یہ مال دین بیچ کر کمایا ہے۔ اس لئے فرمایا: "اے ایمان والو! بہت سے علماء اور درویش ناحق لوگوں کے مال کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور یہ لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے کہ قیامت کے روز اس مال کو دوزخ کی آگ میں دہکا کر اس سے ان کے ماتھے' کروٹیں اور پیٹھیں داغی جائیں گی اور کہا جائے گا یہ ہے وہ مال جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا' اب مزہ چکھو مال جمع کرنے کا"۔

لہٰذا مذہب کی سول سروس کا طرز عمل یہ ہونا چاہئے کہ بس آج کی روٹی مل جائے کافی ہے۔ کل کے رزق کے لئے اللہ پر توکل کیا جائے۔ حضور اکرم ﷺ' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء اللہ نے اس سطح پر ہمیں زندگی گزار کر دکھائی ہے۔

(ii) اسلام کا قانونی معاشی نظام: اسلام کا قانونی نظام بالکل مختلف ہے۔ اس میں کیپٹیل ازم کی ساری خوبیاں جمع کر دی گئی ہیں۔ یعنی اسلام میں انفرادی ملکیت کی اجازت دی گئی ہے۔ اسی طرح محنت کرنے کا جذبہ بھی جائز قرار دیا گیا ہے۔ بس مال ایک خاص نصاب سے زائد ہونے پر ڈھائی فی صد کے حساب سے زکوٰۃ لے لی جائے گی تاکہ معاشرے کے محروم طبقات (Have nots) کو دیا جا سکے۔ تیسرے طلب و رسد کے قانون کے تحت مارکیٹ میں کھلے مقابلے کی اجازت بھی دی گئی ہے۔ چوتھے آجر کا ہائر اینڈ فائر کا اختیار بھی برقرار رکھا گیا ہے۔ صرف ایک پابندی عائد کی گئی ہے کہ سود' جوئے' منشیات یا فحاشی کے ذریعے کمائی نہیں کی جا سکتی۔

سود اور جوئے کی حرمت:

اسلامی نظام میں سود اور جوئے کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ کمائی کے جائز اور قانونی طریقہ میں انسان کا سرمایہ' محنت اور چانس ملوث ہوتا ہے لیکن جوئے میں چانس کے ذریعے آدمی مال کماتا ہے' لہٰذا اسلام میں محض چانس پر کمانا

موت العالِم' موت العالَم

امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے انتقال پر ملال پر اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ بیسویں صدی میں جہاں مسلمانوں کو بہت سے حادثات سے دوچار ہونا پڑا' ان میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی جیسی عظیم دینی و علمی شخصیت کا ہم سے جدا ہو جانا کسی عظیم سانحہ سے کم نہیں۔ بلاشبہ مرحوم اس صدی کی تحقیقی و علمی تکون کے تیسرے اور آخری رکن تھے جس میں پاکستان کے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور مصر کے سید قطبؒ پہلے ہی داغ مفارقت دے چکے ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ یہ الفاظ مولانا ابوالحسن علی ندوی کے انتقال پر سو فیصد صادق آتے ہیں کہ آپ کی وفات سے پیدا ہونے والے علمی خلا کو پر نہیں کیا جا سکے گا۔ انہوں نے کہا کہ مولانا مرحوم کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جو وقت کی نبض پر ہاتھ رکھتے تھے۔ آپ جہاں عالم اسلام کے مسائل سے بخوبی واقف تھے وہاں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کو آپ نے اپنی زندگی کا مشن بنا رکھا تھا۔ آپ نے اپنی سینکڑوں تصانیف میں امت مسلمہ کے مصائب کے حل کے لئے ایسے نسخے تجویز فرمائے ہیں کہ ان پر عمل پیرا ہو کر عالم اسلام کی دینی' اخلاقی اور ثقافتی نشاۃ ثانیہ کی راہ ہموار کی جا سکتی ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ مولانا مرحوم کے ایک عرصہ تک جماعت اسلامی سے وابستہ رہنے اور علامہ اقبال سے گہری وابستگی رکھنے کے باعث مجھے ان سے ایک خصوصی دلی لگاؤ تھا جس کے باعث ان کی وفات پر اپنے دلی صدمے کو الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب عطا فرمائے اور ہمیں ان کے علمی ورثے سے حقیقی فائدہ اٹھانے اور ان کے مشن کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

حرام مطلق قرار دیا گیا۔ اسی طرح محض سرمائے سے سرمایہ کمانا سود ہے اور اسلام میں سود سے زیادہ حرام کوئی شے نہیں۔ ——— ڈاکٹر مبشر حسن نے اپنے مذکورہ بالا بیان میں یہ بھی کہا ہے کہ عالمی مالیاتی نظام کی بنیاد سود ہے۔ یہ بات جملہ خبریہ کے طور پر تو درست ہے' مگر یہ سمجھنا کہ اگر ہم نے اپنے ملک میں سودی نظام کو ختم کر دیا تو عالمی نظام سے کٹ جائیں گے کسی طور درست نہیں' بلکہ دنیا تو خود سود سے پاک عادلانہ نظام کے لئے چشم براہ ہے' کیونکہ سود پر مبنی بینکنگ سسٹم وہ ظالمانہ نظام ہے جو انسان کو بغیر دانتوں اور پنجوں کے بھیڑیا بنا دیتا ہے۔ بقول اقبال ؎

این بنوک این فکر چالاک یہود
نورِ حق از سینہ آدم ربود
تا تہ و بالا نہ گردد این نظام
دانش و تہذیب و دیں سودائے خام!

اس اعتبار سے پاکستانی عدالت عالیہ کا فیصلہ نفاذ اسلام اور عالمی نظام خلافت کے قیام کی طرف ایک اہم قدم ہے۔ اور سود کے ظالمانہ نظام کے خلاف آواز اٹھانے کا سہرا بھی بالکل اسی طرح پاکستان کے سر ہے جیسے ماضی میں قرار داد مقاصد کے ذریعے حاکمیت خداوندی تسلیم کرکے وقت کے سب سے بڑے شرک حاکمیت عوام کے خلاف آواز اٹھائی جا چکی ہے۔

ڈاکٹر مبشر صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ دستوری ڈھانچے سے شریعت کورٹ کو ختم کر دیا جائے یا اسے پارلیمنٹ کے ماتحت کر دیا جائے۔ ان کی یہ بات درست نہیں' کیونکہ شرعی معاملات میں فیصلے کا اختیار دینی اعتبار سے اَن پڑھ اراکین پارلیمنٹ کے ہاتھ میں دے دینا کسی طور پر قرین انصاف نہیں۔ البتہ اس تجویز کی عملی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ رکن پارلیمنٹ کے لئے ایک خاص درجے تک دینی تعلیم کا حصول لازمی قرار دے دیا جائے۔ لیکن اس صورت میں جمہوری نظام کا دائرہ بہت محدود ہو جائے گا۔ چنانچہ میرے نزدیک جنرل ضیاء الحق مرحوم نے شریعت کے قانونی معاملات کے فیصلہ کے لئے شریعت کورٹ کی صورت میں جو آئینی نظام بنایا تھا وہ اصولاً درست ہے۔ اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ آج انسانیت کو عالمی مالیاتی استعمار کے چنگل سے نکالنے کے لئے اسلام کا یہ معاشی نظام عملاً قائم کرکے دکھایا جانا چاہئے جس کا موقع اللہ نے ہمیں فراہم کیا ہے۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ ہمارے ملک کے دانشوروں کو بھی اسلامی نظام کی اہمیت اور ثمرات سے واقفیت نہیں' عوام الناس یا غیروں سے کیا شکوہ کیا جائے۔

حکومت کا طرز عمل:

حکومتی حلقوں کی جانب سے ایک خبر یہ سننے میں آ رہی ہے کہ حکومت مالیاتی ایمرجنسی نافذ کرکے سود کے متبادل نظام کی تنفیذ کے کام کو مؤخر کر سکتی ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر عوام کو متحد ہو جانا چاہئے کہ اب ہم اس کام میں مزید تاخیر نہیں ہونے دیں گے۔ دوسری طرف حکومت کو میرا یہ مخلصانہ مشورہ ہے کہ اس کام میں تاخیر سے بچنے کے لئے کسی نئے نظام کی تشکیل کے بجائے فوری طور پر پہلے سے موجود سود کے متبادل نظام کی کسی سکیم کو لے کر کام شروع کر دیا جائے تاکہ کچھ خیر تو برآمد ہو۔ بعد ازاں اس کام میں جو مشکلات سامنے آئیں گی انہیں وقت کے ساتھ ساتھ دور کیا جاتا رہے گا۔

ایک اچھی خبر:

جنرل پرویز مشرف صاحب کی طرف سے ایک اچھی خبر یہ سننے میں آئی ہے کہ ان کی حکومت اس خطے میں پاکستان' ایران اور افغانستان پر مشتمل ایک بلاک کی تشکیل کے امکانات پر غور کر رہی ہے۔ اگر یہ خبر درست ہے تو پھر یہی کہا جا سکتا ہے کہ "تری آواز مکے اور مدینے" کیونکہ یہ بات بہت خوش آئند ہے اور اس طرف مزید پیش رفت ہونی چاہئے۔

★ ★ ★

خبر نامہ اسلامی امارت افغانستان

ضربِ مؤمن' ۳۱ دسمبر ۹۹ء تا ۶ جنوری ۲۰۰۰ء

افغانستان کے خلاف اقوام متحدہ نے اقتصادی پابندیوں کو خود توڑ دیا

امریکی ایماء پر افغانستان کے خلاف عائد ہونے والی اقتصادی پابندیوں کے حوالے سے صورتحال اس وقت دلچسپ ترین اور عجیب تر ہو گئی جب ان پابندیوں کو خود اقوام متحدہ نے غیر اعلانیہ طور پر توڑ دیا اس طرح اقوام متحدہ نے چارٹر پر دستخط کرنے اور خود ہی کھلے عام اقوام متحدہ کی جانب سے افغانستان پر عائد کی جانے والی اقتصادی پابندیوں پر مبنی قرار داد کو پامال کرکے رکھ دیا ہے۔ یاد رہے کہ اقوام متحدہ نے امریکی ایماء پر افغانستان کے خلاف بیرونی دنیا سے تجارتی و مواصلاتی رابطوں اور اقتصادی تعاون کے انقطاع کی قرار داد منظور کر رکھی ہے جس کے تحت افغانستان کے لئے بین الاقوامی پروازوں کو بھی ممنوع قرار دیا جا چکا ہے مگر یک طرفہ تماشا یہ ہے کہ ان پابندیوں کے باوجود طیارہ ہائی جیکنگ کیس کے دوران اقوام متحدہ اور ہندوستان کے طیارے افغانستان کی نہ صرف فضائی حدود استعمال کر رہے ہیں بلکہ افغانستان میں قندھار کا بین الاقوامی ہوائی اڈہ بھی مسلسل ان کے استعمال میں ہے۔

طالبان نے مہمان نوازی کی اعلیٰ اقدار قائم کیں ○ ایرک ڈی مل

افغانستان کے لئے اقوام متحدہ کے رابطہ گروپ کے سربراہ ایرک ڈی مل نے بھارتی طیارے کے اغواء کے ضمن میں افغانستان کی طالبان حکومت کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔ اسلام آباد میں پریس کانفرنس کے دوران انہوں نے اعتراف کیا کہ جب ہائی جیکرز کی دوسری ڈیڈ لائن گزر گئی تو انہوں نے مسافروں کے قتل کی دھمکی دی تو طالبان نے حکمت عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہائی جیکرز کو آپریشن کی وارننگ دے کر مسافروں کی جانیں بچائیں۔ طالبان نے قندھار جیسے پسماندہ علاقے میں یرغمال مسافروں کو بہترین طبی سہولتیں اور خوراک فراہم کرکے مہمان نوازی کی اعلیٰ اقدار قائم کیں۔

دوستم سمیت سابق مہروں کی آمد سے نہیں ڈرتے ○ مولوی وکیل احمد متوکل

"مخالفین اگر جنگ کا راستہ ترک کرکے مفاہمت کا راستہ اختیار کر لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ملک کے باقی حصے میں بھی امن و امان قائم نہ ہو"۔ ان خیالات کا اظہار امارت اسلامیہ کے وزیر خارجہ نے ایک انٹرویو کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ دوستم یا مالک کی آمد سے ہمیں کوئی فکر نہیں۔ ان کے لئے افغانستان میں کہیں بھی گنجائش نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ دوستم اور مالک کو افغان عوام خود اپنے منطقی انجام تک پہنچائیں گے۔ مولوی وکیل احمد متوکل نے کہا کہ مخالفین کے آپس میں اختلافات کی وجہ سے دوستم کی آمد مشکوک ہے تاہم اگر وہ آ بھی جائے تو ہمیں کوئی فکر نہیں ہے وہ اپنا یہ شوق پورا کر لے اور دیکھ لے کہ قدرت نے ان کے انجام کے بارے میں کیا کچھ لکھ رکھا ہے۔

اراکان (برما) کے مظلوم مسلمانوں کی پکار!

تحریر: نعیم احمد خان

اراکان برما کا ایک صوبہ ہے۔ برما بنگلہ دیش کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ یہ خلیج بنگال کے شمال مشرق میں واقع ۱۴ صوبوں پر مشتمل ملک ہے۔ اس کے ہمسایہ ممالک میں چین اور تھائی لینڈ شامل ہیں۔ ۱۴۰۶ء میں اراکان کا حکمران نرامیہ کلا برمیوں سے شکست کھا کر بنگال کے حکمران کے ہاں پناہ گزین ہوا اور ۱۴۳۰ء میں واپس برما آیا اور مروہاؤنگ کو دارالحکومت بنایا جہاں مسجد سندی خان تعمیر کی۔ اس حکمران کی وجہ سے برما میں اسلام متعارف ہوا۔ ۱۶۶۰ء میں عالمگیر کا بھائی شاہ شجاع جب فرار ہو کر یہاں آیا تو اسلامی اثرات اور بڑھ گئے لیکن شجاع کو برما کے بادشاہ نے قتل کر کے خزانے پر قبضہ کر لیا۔ برما میں تقریباً ۷۰ فیصد لوگ بدھ مت مذہب کے ہیں' اس کے بعد مسلمان ہیں اور پھر دیگر اقوام۔

۱۷۸۴ء تک اراکان ایک خود مختار ملک تھا۔ تب ایک برمی راجہ نے یہاں قبضہ کیا اور مسلمانوں کی نسل کشی کا سلسلہ شروع ہوا۔ ۱۸۲۶ء میں برطانوی حکومت نے اراکان کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اب اراکان برما کا حصہ بن گیا۔ ۱۸۲۶ء میں ساحلی شہروں خصوصاً اکیاب میں چٹاگانگ سے بکثرت مسلمان نقل مکانی کر کے آئے۔ ۱۸۸۰ء میں بہت سے ہندوستانیوں نے بھی برما میں نقل مکانی کی۔ ۱۹۴۲ء میں جاپانیوں کے حملے کے بعد بہت سے ہندوستانی یہاں سے بھاگ گئے۔

قیام پاکستان کے بعد شمالی اراکان میں مجاہدین نے بغاوت کر کے پاکستان کے ساتھ الحاق کی کوشش بھی کی لیکن اس بغاوت کا قائد قاسم جو ایک ماہی گیر تھا پاکستان میں قید کر لیا گیا جس کے باعث بغاوت کی سرگرمیاں ماند پڑ گئیں۔

۶ جنوری ۱۹۴۸ء کو یونین آف برما کا قیام عمل میں آیا مگر ۱۹۶۲ء میں جنرل نی ون نے حکومت کا تختہ الٹ کر مارشل لاء لگا دیا۔ برما میں ذریعہ تعلیم برمی زبان ہے جبکہ پرائمری تک تعلیم مفت ہے۔

اراکان ۴ اضلاع پر مشتمل ہے۔ (۱) اکیاب (۲) چاکفیو (۳) تھانڈوے (۴) بلوا۔ اراکان کا دارالحکومت اکیاب ہے۔ یہ صوبہ آٹھ شہروں پر مشتمل ہے جن میں منگڈو' بوسیدنگ' واسیدنگ' کیوکٹو' پوناجوں' مروہاؤنگ' منبیا (مابرا' ممیا) اور پکتو شامل ہیں۔

اراکان کی حدود مختلف ادوار میں مختلف رہی ہیں۔ کبھی تھائی لینڈ سے ڈھاکہ تک کے علاقے اس میں شامل تھے۔ مثلاً ۱۶۲۵ء تک بنگال کے علاقہ نواکھالی اور باقر گنج کے علاوہ ڈھاکہ بھی اس میں شامل کر لیا گیا تھا۔ مختلف ادوار میں اس علاقہ میں مختلف اتار چڑھاؤ آتے رہے جس کے باعث اس کے رقبہ میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس کا رقبہ ۳۶ ہزار مربع میل سے زائد بھی بتایا جاتا ہے تاہم اردو دائرہ معارف اسلامی نے ۱۴ ہزار دو سو مربع میل لکھا ہے۔

برما کی طرح اراکان میں بھی متعدد مقامات پر بدھ مت کے عبادت خانے قائم ہیں جن کو پگوڈے کہا جاتا ہے۔ ۱۹۵۸ء کی مردم شماری کے مطابق برما اور اراکان میں مسلمانوں کی آبادی ۶ لاکھ بتائی جاتی ہے۔ اراکان میں ۷۰ فیصد مسلمان ہیں جن میں سے شمالی اراکان میں ۸۰ فیصد مسلمان ہیں جبکہ جنوبی اراکان میں ان کی تعداد کم ہے۔

اراکان میں عرصہ دراز تک اسلام قائم و نافذ رہا اس دوران یہاں ۴۸ مسلم حکمران گزرے ہیں جن کے عدل و انصاف اور حسن اخلاق کی پوری دنیا میں شہرت تھی لیکن ۱۷۸۴ء سے مسلمانوں کی نسل کشی جاری ہے۔ چونکہ ۳۷ سال سے برما میں مارشل لاء نافذ ہے اور تمام ذرائع ابلاغ پر پابندی ہے اس لئے اصل حقائق پوشیدہ ہیں۔ یہاں کے مسلمانوں کے لئے حج' قربانی' جمع و عیدین کی نمازوں کی ادائیگی' تبلیغ' تقاریر و جلسے جلوس' نئے مدارس اور مساجد تعمیر کرنے' بغیر اجازت مسلم لڑکیوں کی شادیوں یہاں تک کہ اسلامی نام رکھنے پر بھی پابندی ہے۔ یہاں مسلمانوں کے ساتھ ناروا سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ مسلمانوں کو تعلیم اور بنیادی حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے۔ جس سے تنگ آکر یہاں کے مسلمان بنگلہ دیش کی جانب ہجرت کر رہے ہیں چنانچہ اس وقت پانچ ہزار سے زائد مہاجرین بنگلہ دیش کے کیمپوں میں کسمپرسی کے عالم میں زندگی گزار رہے ہیں۔

یہاں ان مہاجرین کے لئے بنیادی انسانی ضروریات تک کا فقدان ہے۔ تعلیم نہ ہونے کے باعث یہ لوگ اسلام کی بنیادی تعلیمات سے بھی ناواقف ہیں جبکہ دوسری طرف عیسائی مشنری ادارے ان کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے جان و ایمان خریدنے میں مصروف ہیں چنانچہ پیٹ اور عزت کی خاطر بہت سے سادہ لوح مسلمان سیل ارتداد میں بہہ رہے ہیں۔ ۱۹۸۸ء میں اس سلسلہ میں "حرکۃ الجہاد الاسلامی اراکان برما" کے نام سے علماء اور طلباء پر مشتمل ایک جماعت بنائی گئی مگر حکومت نے اس کے سرکردہ ارکان کو گرفتار کر لیا۔ چنانچہ ان کی سرگرمیاں محدود ہو کر رہ گئیں۔

اراکان کے ان مظلوم اور بے بس مسلمانوں کی نگاہیں عالم اسلام پر لگی ہیں' ظلم کی چکی میں پستے کئی دوسرے مسلمانوں کے مانند۔ کیا یہ دنیا بھر کے پچاس سے زائد مسلم ممالک کیلئے لمحہ فکریہ نہیں؟ اراکانی مسلمانوں کیلئے کسی محمد بن قاسم یا صلاح الدین ایوبی کا بندوبست کب ہوگا؟ کوئی ہے جو ان کے دین و ایمان کو بچا سکے؟ اراکانی مسلمانوں کی بے بسی اور مظلومیت کے گرداب سے اٹھتے ہوئے یہ سوالات ہم سے جواب مانگتے ہیں!!!

نئی صدی سن 2001ء سے شروع ہو گی

موجودہ کیلنڈر کی ابتداء ڈائیونیس ایکزیگوس نے کی جو روس کے جنوب مغربی علاقے سیتھیا کا رہنے والا تھا۔ جسے دنیا ڈینس دی شارٹ (Denis The Short) کے نام سے جانتی ہے اس نے سوچا کہ تاریخوں کا ایک نیا مکمل نظام متعارف کرایا جائے جو پوری دنیا کیلئے قابل قبول ہو۔ اس مقصد کیلئے اس نے یکم جنوری کا انتخاب ایک پرانی عیسائی روایت کے حوالہ سے کیا جس کے مطابق نوزائیدہ بچے کی زندگی اس کی پیدائش کے دن کی بجائے اس کے آٹھ دن بعد اس کے نام رکھنے کے دن سے شروع ہوتی تھی۔ اس لحاظ سے چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تاریخ پیدائش ۲۵ دسمبر کی بجائے یکم جنوری سے نئے سال کی ابتداء کی گئی۔ لیکن وہ اس کیلنڈر کی ابتداء کے سلسلہ میں ایک غلطی کر بیٹھا۔ وہ یہ کہ چونکہ اس زمانے تک ابھی زیرو کا نظریہ متعارف نہیں ہوا تھا اس لئے اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے سال کو یکم عیسوی کا نام دے دیا۔ اس طرح اس سے پچھلا سال یکم قبل از مسیح کہلایا اور یوں درمیان کا پورے کا پورا سال غائب ہو گیا۔ اس سلسلہ کو اگر اسی اندازے سے آگے بڑھایا جائے تو نیا سال یعنی نیو میلینیم یکم جنوری ۲۰۰۱ء کو ہی بنتا ہے نہ کہ جنوری ۲۰۰۰ء سے۔

(تحریر و تحقیق: شائستہ نزہت' روزنامہ جنگ)

عید کا دن

مرتب : ابنِ درویش

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں جو ہر اس بندہ کیلئے خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں جو کھڑے 'بیٹھے اللہ عزوجل کا ذکر کر رہا ہو' پھر جب عید کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر سے فرماتے ہیں ''کہ دیکھو ان لوگوں نے ایک ماہ کے روزے رکھے اور حکم مانا'' اور فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! اس مزدور کی کیا جزاء ہے جس نے عمل پورا کر دیا ہو' وہ عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ 'اے ہمارے رب اس کی جزا یہ ہے کہ اس کا بدلہ پورا دے دیا جائے' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور بندیوں نے میرا فریضہ پورا کر دیا جو ان پر لازم تھا اور اب دعا میں گڑگڑانے (نماز عید) کیلئے نکلے ہیں' قسم ہے میرے عزت و جلال کی اور کرم کی' میں ضرور ان کی دعا قبول کروں گا' پھر (بندوں کو) ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ میں نے تم کو بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا' لہٰذا اس کے بعد (عید گاہ سے) بخشے بخشائے واپس ہوتے ہیں۔ (بیہقی فی الشعب)

اس حدیث مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے عید کا دن مغفرت کی صورت میں عیدی ملنے کی خوشی منانے کا دن ہے۔ لہٰذا جہاں ہمیں چاند رات کو اللہ کی یاد میں بسر کرنا چاہئے وہاں عید کے دن خرافات کا ارتکاب کر کے یوم عید کو یوم وعید نہیں بنانا چاہئے۔

نماز عید سے قبل کی سنت

حضرت سیدنا بریدہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ عید الفطر کے دن کچھ کھا کر نماز کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور عید الاضحیٰ کے روز نہیں کھاتے تھے جب تک نماز سے فارغ نہ ہو جاتے۔ (ترمذی وابن ماجہ)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بخاری کی روایت ہے کہ عید الفطر کے دن آپؐ تشریف نہ لے جاتے جب تک چند کھجوریں نہ تناول فرمالیتے اور وہ طاق ہوتیں۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ عید کو (نماز عید کیلئے) ایک راستہ سے تشریف لے جاتے اور دوسرے راستے سے واپس تشریف لاتے۔

(ترمذی ودارمی)

یوم عید کے آداب

عید کے دن یہ امور مستحب ہیں : (۱) حجامت بنوانا (۲) ناخن ترشوانا (۳) غسل کرنا (۴) مسواک کرنا (۵) اچھے کپڑے پہننا' نئے ہوں تو نئے ورنہ دھلے ہوئے ہوں۔ (۶) خوشبو لگانا (۷) نماز فجر محلّہ کی مسجد میں پڑھنا۔ (۸) عید الفطر کی نماز کو جانے سے پہلے چند کھجوریں کھا لینا۔ تین 'پانچ' سات یا کم و بیش مگر طاق ہوں۔ کھجوریں نہ ہوں تو کوئی میٹھی چیز کھالیں۔ (۹) عید 'عید گاہ میں ادا کرنا۔ (۱۱) سواری پر بھی جانے میں حرج نہیں مگر جس کو پیدل جانے پر قدرت ہو اس کے لئے پیدل جانا افضل ہے اور واپسی پر بذریعہ سواری آنے میں حرج نہیں۔ (۱۲) نماز عید کے لئے ایک راستے سے جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا (۱۳) عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا (افضل تو یہی ہے مگر عید کی نماز سے قبل نہ دے سکے تو بعد میں دے دیں) (۱۴) خوشی ظاہر کرنا (۱۵) کثرت سے صدقہ دینا (۱۶) عید گاہ کی طرف اطمینان و وقار اور نیچی نگاہ کئے جانا۔ (۱۷) آپس میں مبارک باد دینا۔ (۱۸) عید الفطر (یعنی میٹھی عید) کی نماز کے لئے جاتے ہوئے راستے میں آہستہ سے تکبیر کہنا۔ تکبیر یہ ہے :

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللہ الحمد جس کا ترجمہ ہے ''اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے۔ اللہ کی سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں''۔

ہمارا مطالبہ ' ہماری اپیل

دستور خلافت کی تکمیل

تحریک خلافت پاکستان عید سعید کے موقع پر آپ کو

ہدیۂ تبریک

پیش کرتی ہے اور دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم اسلام کے موجودہ حالات پر رحم فرمائے اور مسلم حکمرانوں اور راہنماؤں کو نظام خلافت کے عملی نفاذ کی توفیق وہدایت دے تاکہ وہ اسلام کی راہنمائی میں اس امت کو درپیش مصائب سے نکالنے میں کامیاب ہو سکیں اور مظلوم و محکوم مسلمانان عالم عید کی حقیقی خوشیوں سے سرفراز ہو سکیں۔

عالم اسلام کی حقیقی عید تو اسی دن ہو گی

- ☆ جس دن سارا عالم اسلام خلافت اسلامیہ کے پرچم تلے متحد ہو گا۔
- ☆ جس دن مسجد اقصیٰ یہودیوں کے تسلط سے آزاد ہو جائے گی۔
- ☆ جس دن اسلامی ممالک میں نظام خلافت پوری طرح نافذ ہو گا۔
- ☆ جس دن دنیا بھر کے مظلوم و محکوم مسلمان آزادی کی نعمت سے بہرہ ور ہوں گے۔
- ☆ جس دن اسلامی دنیا کا ایک ایک شہر' ایک ایک بستی' ایک ایک محلّہ امن و آشتی کا گہوارہ بن جائے گا۔
- ☆ جس دن مسلمانوں کا مرکز ملت واشنگٹن اور ماسکو کی بجائے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہو گا۔
- ☆ جس دن فتنہ وفساد اور بدی کی تمام قوتوں کو مغلوب کر دیا جائے گا۔

— یہ کیسے ہو گا —

اس کے لئے ہر مسلمان کو عملی جدوجہد میں اپنا حصہ ڈالنا ہو گا

(مرسلہ : محمد بن عبد الرشید رحمانی)

اقامت صلوٰۃ اور اقامت دین

تحریر : محمد زبیر' پنڈی گھیپ' اٹک

عام طور پر ہمارے ہاں اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ سے مراد نماز پڑھنا یا ادا کرنا لیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس کا صحیح تر مفہوم "نماز کو باجماعت ادا کرنا" ہے۔ جس طرح اقامت دین کی جدوجہد کے لئے جماعت لازم ہے بعینہ "اقامت الصلوۃ" کا لفظ یہ واضح کرتا ہے کہ فریضہ نماز کی ادائیگی کے لئے جماعت ضروری ہے۔ قرآن مجید' نماز اور دین دونوں کے لئے اقامت کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ ان دونوں کے مابین کوئی ربط و تعلق بھی ہے یا ایسے ہی اتفاقاً (معاذ اللہ) یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں' ایک دوسرے کے راست متناسب (Directly Proportional) ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ ((اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ' مَنْ اَقَامَهَا فَقَدْ اَقَامَ الدِّیْنَ وَمَنْ هَدَمَهَا فَقَدْ هَدَمَ الدِّیْنَ)) یعنی "نماز دین کا ستون ہے' جس نے نماز کو قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے نماز کو چھوڑا' اس نے گویا دین کی عمارت کو منہدم کر دیا۔"

یعنی جس نے نماز کو باجماعت ادا کیا اس نے اسلام میں جماعت اور اجتماعیت کے تصور کو رواج دیا اور جس نے جماعت کی نماز کو چھوڑا اس نے گویا اسلام میں جماعت اور اجتماعیت کے تصور کی نفی کی اور اقامت دین کی راہوں کو مسدود کر دیا۔ کیونکہ یہ جدوجہد جماعت کے مرحلے سے گزر کر ہی کامیابی سے ہم کنار ہو سکتی ہے۔

سورۂ آل عمران کے آخری رکوع اور سورۃ النور کے پانچویں رکوع کے تقابلی مطالعے سے بندۂ مومن کی شخصیت کے دو رخ' ہمارے سامنے آتے ہیں۔ سورۂ آل عمران میں فرمایا : ﴿ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا... ﴾

"پس وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور وہ قتل بھی کرتے ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں"۔

اقامت دین کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے والے ان مومنین کی حالت امن میں کیا صفات ہوں گی' وہ سورۃ النور کے پانچویں رکوع میں بیان کی گئی ہیں۔ ﴿ رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّكٰوۃِ... ﴾

"وہ مرد جنہیں تجارت اور خرید و فروخت نہیں غافل کرتی اللہ کی یاد سے اور نماز قائم رکھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے"۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے ایک لمبی حدیث امام مسلمؒ اور امام نسائیؒ نے روایت کی ہے جس کے آخری حصہ میں فرمایا : ((لَقَدْ رَاَیْتُنَا وَمَا یَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوۃِ اِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهٗ اَوْ مَرِیْضٌ اِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَیَمْشِیْ بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ حَتّٰی یَاْتِیَ الصَّلٰوۃَ))

"ہم اپنا یہ حال دیکھتے ہیں کہ جو شخص کھلم کھلا منافق ہو وہ تو جماعت سے رہ جاتا تھا ورنہ حضور ﷺ کے زمانہ میں عام منافقوں کی بھی جماعت چھوڑنے کی ہمت نہ ہوتی تھی' یا کوئی سخت بیمار' ورنہ جو شخص دو آدمیوں کے سہارے گھسٹتا ہوا جا سکتا تھا وہ بھی صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا"۔

ایک طرف اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نماز باجماعت سے وہی رہتا تھا جو کہ کھلم کھلا منافق ہوتا تھا' لہٰذا کھلم کھلا منافق' عبداللہ بن ابی اپنے ۳۰۰ ساتھیوں کو ساتھ لے کر غزوہ احد کے وقت الگ ہو گیا تھا۔

گویا اقامت دین کی جدوجہد اور کھرے کھوٹے کی پہچان کے لئے یا صحیح الفاظ میں مومن اور منافق کی پہچان کے لئے باجماعت نماز کسوٹی ہے' ایک پیمانہ ہے۔

سورۃ الصف میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ﴾

"بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صفیں باندھ کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں"۔

اسی طرح صحابہ کرامؓ یہ نقل کرتے ہیں کہ آپؐ شروع شروع میں ہر نماز میں ہمیں صفیں سیدھی رکھنے کے بارے میں حکم دیتے تھے یہاں تک کہ آپؐ کو معلوم ہو گیا کہ ہم اس بات کو سمجھنے لگے ہیں۔ کس قدر مماثلت ہے قرآن کی اس آیت اور حدیث مبارکہ کے مابین!!۔

دراصل باجماعت نماز ایک تربیت ہے اس آخری مرحلے کے لئے جو اقامت دین کی جدوجہد میں پیش آتا ہے۔ جس طرح آرمی فورسز حالت امن میں جنگ کی مشقیں کرتی ہیں اسی طرح مومنین صادقین کی یہ مشق ہے۔ کسی بھی انقلابی جماعت کے لئے آخری مرحلہ یعنی مسلح تصادم کے وقت جس نظم و ضبط' امیر کی اطاعت اور آپس کے تعلق کی ضرورت ہوتی ہے اسی نظم و ضبط' اطاعت اور تعلق کا نقشہ ہمیں جماعت کی نماز میں ملتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں "جب نماز میں امام "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" کہے تو ہوشیار ہو جاؤ۔ کیونکہ تمہیں اوپر کی جانب سے کوئی حکم ملنے والا ہے تاکہ تم اس کی صحیح پیروی کر سکو۔ گویا یہ حکم اسی حکم کی طرح ہے۔

حضرت معاذ بن انسؓ آپؐ سے روایت کرتے ہیں :

((الجفاء کل الجفاء والکفر والنفاق من سمع منادی اللہ ینادی الی الصلوۃ فلا یجیبہ)) کہ سراسر ظلم ہے' نفاق ہے' کفر ہے اس شخص کا فعل جو اللہ کے منادی (یعنی موذن) کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔ یعنی جو شخص موذن کی منادی پر مسجد میں جا کر دو سجدے ادا کرنے کے لئے تیار نہیں تو اس سے یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ جہاد و قتال فی سبیل اللہ کی پکار پر لبیک کہے گا اور جان کی بازی لگا دے گا۔

امت محمدیہ کا اصل مقصد "وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَاء" کلمۃ اللہ کا بول بالا اور دین اسلام کے تمام ادیان باطلہ پر غلبے کا حصول ہے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک باجماعت نماز کا طریقہ مسلمانوں کی زندگیوں میں موجود نہ ہو ؎

مری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

دعائے صحت کی اپیل

قرآن اکیڈمی کمپیوٹر سیکشن کے رفیق فرید الحسنات کے والد گرامی بشیر احمد صاحب سخت علیل ہیں۔ رفقاء و احباب سے ان کے لئے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

انتقال پر ملال

رفیق تنظیم' عبدالرحمٰن غوث (ناروے) کی والدہ وفات پا گئی ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ ☆ ☆

رفیق تنظیم کراچی ضلع وسطی نمبر۱' جناب ڈاکٹر نور الدین کی اہلیہ گزشتہ دنوں رحلت فرما گئی ہیں۔ رفقاء سے مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

قرضوں کی جنگ (۴)

ترجمہ : ڈاکٹر محمد ایوب خان   ترتیب و تسوید : سردار اعوان

راتھ شیلڈ کا عروج

۱۷۴۳ء میں فرینکفرٹ (جرمنی) میں ایک سنار ایمشل موز زبائر (Amschel Moses Bauer) نے ایک سکوں کی دکان کھولی جس کے دروازہ کے اوپر سرخ رنگ کی پلیٹ پر رومن ایگل کا نشان بنا تھا جس کی وجہ سے دکان کا نام ریڈ شیلڈ یا راتھ شیلڈ (Roths Child) پڑ گیا۔

اس کے بیٹے میئر راتھ شیلڈ نے سوچا کہ عام لوگوں کی نسبت حکومتوں کو قرضہ دینا زیادہ مفید ہے۔ قرضہ کی مقدار بھی بڑی ہوتی ہے اور اس کی واپسی بھی محفوظ ہوتی ہے۔ میئر کے پانچ بیٹے تھے۔ اس نے انہیں تربیت دی اور یورپ کے بڑے دارالخلافوں ویانا' لندن' نیپلز' پیرس اور فرینکفرٹ میں بزنس میں ڈال دیا۔ ۱۷۸۵ء میں میئر ایک بڑے مکان میں منتقل ہو گیا اور شف (Sehiffs) خاندان کے ساتھ مل کر کام شروع کر دیا مکان کے باہر گرین شیلڈ کا بورڈ لگا دیا۔ شف کا پوتا نیویارک منتقل ہو گیا اور اس نے ۱۹۱۷ء میں روس میں بالشویک انقلاب میں مالی مدد دی۔

میئر کے بیٹے ناتھن راتھ شیلڈ نے انگلینڈ میں اتنا روپیہ بنایا کہ ۱۷ سال میں وہ ۲۵۰۰ گنا ہو گیا۔ اس کے باپ نے اسے ۲۰ ہزار پونڈ دیئے تھے۔

وہ پانچ ملکوں میں تھے اس لئے ہر طرح آزاد تھے۔ ایک جگہ تکلیف ہوتی تو دوسری جگہ موجود تھی۔ یورپ کے تمام شرفاء ان کے مقروض ہو گئے۔

انہوں نے صنعت کاروں کو بے تحاشہ روپیہ دیا تاکہ اپنی اجارہ داری قائم کریں اور روپیہ واپس کرنے کے قابل ہوں۔ سٹی بینک نے راک فیلر کو مدد دی تاکہ تیل میں اجارہ داری قائم کرے۔ جیمز راتھ شیلڈ نے پیرس میں دو لاکھ ڈالر سے ۴۰ کروڑ ڈالر بنائے۔ ایک شاعر نے کہا ہے :

"روپیہ اس زمانے کا خدا ہے اور راتھ شیلڈ اس کا نبی ہے"۔

ایک مبصر نے کہا کہ یورپ میں صرف ایک طاقت ہے اور وہ راتھ شیلڈ ہے۔

انقلاب امریکہ

۱۷۵۰ء تک برطانیہ چار بڑی لڑائیاں لڑ چکا تھا۔ جنگی ضروریات کے لئے اپنے نوٹ جاری کرنے کی بجائے اس نے بینک سے بھاری قرضہ لے لیا تھا۔ جس کی مقدار ۱۴ کروڑ پاؤنڈ تھی۔ سود ادا کرنے کے لئے اس نے امریکی نو آبادیات پر ٹیکس بڑھانا چاہا۔

امریکہ میں بینک آف انگلینڈ کا کوئی اثر نہ تھا۔ مختلف ریاستوں نے ضرورت کے مطابق کاغذی نوٹ جاری کر کے کام نکالنا شروع کر دیا۔ مگر بینک والے اس بات کو کس طرح برداشت کر سکتے تھے۔ ۱۷۴۶ء میں پارلیمنٹ نے کرنسی ایکٹ پاس کیا جس کے مطابق نو آبادیات کو نوٹ چھاپنے سے منع کر دیا اور تمام ٹیکس سونے اور چاندی میں ادا کرنے کا حکم دے دیا۔ امریکہ میں یہ پہلی بینک جنگ تھی جس میں منی چینجرز کو شکست ہوئی' جو اعلان آزادی سے شروع ہوئی تھی اور ۱۷۸۳ء میں معاہدۂ پیرس سے تکمیل کو پہنچی۔ کاغذی نوٹ اس لئے بھی جاری ہوئے کیونکہ سونا اور چاندی انگلینڈ نے لے لیا تھا۔

انقلاب کے شروع میں نو آبادیات میں ۱۲ ملین ڈالر کے نوٹ تھے۔ آخر میں ۵۰۰ ملین ڈالر کے ہو گئے اور افراط زر اتنا ہو گیا کہ ایک جوڑا جوتا پانچ ہزار ڈالر میں آتا تھا مگر یہ اس لئے بھی ہوا کیونکہ برطانیہ سے جعلی نوٹ بھیجے گئے۔

بینک آف نارتھ امریکہ

انقلاب کے بعد کانگرس روپے کی کمی کی وجہ سے پریشان تھے۔ چنانچہ ۱۷۸۱ء میں اس نے رابرٹ مارس (Robert Morris) کو جس نے انقلاب میں خوب پیسہ بنایا تھا۔ پرائیویٹ بینک بنانے کی اجازت دے دی۔ یہ بینک بھی بینک آف انگلینڈ کی طرز پر بنایا گیا اور حیثیت سے بڑھ کر قرضہ دے سکتا تھا۔ بہت جلد ڈالر کی قدر کم ہونی شروع ہو گئی۔ لہٰذا چار سال بعد بینک کو بند کر دیا گیا۔

آئینی کنونشن

۱۷۸۷ء میں نو آبادیاتی لیڈر فلاڈلفیا میں جمع ہوئے تاکہ اس بارے میں آئین میں ضروری ترامیم کریں۔ اس ضمن میں انہوں نے فیصلہ کیا کہ ریاست سونے چاندی کے سکے بنائے۔ کاغذی نوٹ نہ بنائے۔

پہلا بینک آف یو ایس

چونکہ پرائیویٹ بینکوں کے متعلق کچھ نہیں کہا گیا تھا۔ اس خاموشی کا فائدہ اٹھا کر انہی لوگوں نے جنہوں نے بینک آف نارتھ امریکہ بنایا تھا۔ ۱۷۹۰ء میں بینک آف یو ایس بنا لیا۔ ۱۷۹۱ء میں انہیں ۲۰ سال کا چارٹر دے دیا گیا۔

انہی دنوں میئر شیلڈ نے اعلان کیا کہ

"مجھے کسی ملک کا سکہ جاری کرنے اور کنٹرول کرنے کا اختیار دے دیا جائے پھر مجھے پرواہ نہیں ہوگی کہ قانون کون بناتا ہے"۔

بینک کو حکومت نے ۲۰ لاکھ ڈالر اپنا حصہ دیا۔ بینک نے وہی رقم حصہ داروں کو قرضہ میں دے کر ان کے حصے شامل کر لئے۔

بینک کو نوٹ چھاپنے اور جزوی مالیت کی بنیاد پر قرضے دینے کی اجازت بھی دے دی گئی۔ بینک کا یہ نام اس لئے رکھا گیا تاکہ وہ سرکاری بینک معلوم ہو۔ بینک کا مقصد یہ تھا کہ افراط زر کو ختم کرے مگر ہوا یہ کہ گورنمنٹ نے ۸۰ لاکھ ڈالر قرضہ لے لیا۔

۱۸۱۱ء میں کانگرس میں بینک کو جاری رکھنے کا بل پیش ہوا۔ پریس نے اس پر سخت حملہ کیا۔ اسے گدھ اور سانپ کہا گیا۔ ناتھن راتھ شیلڈ نے دھمکی دی کہ اگر بل پاس نہ ہوا تو امریکہ کو ایک تباہ کن جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا۔

بہرحال بل کو ایک ووٹ کی کمی سے شکست ہو گئی۔ یہ تیسری جنگ تھی پانچ ماہ کے اندر انگلینڈ نے امریکہ پر حملہ کر دیا اور ۱۸۱۲ء کی جنگ شروع ہو گئی۔

نپولین کا عروج

۱۸۰۰ء میں پیرس میں بھی بینک بن چکا تھا لیکن نپولین نے کہا کہ فرانس قرضہ نہیں لے گا۔

"دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے اوپر ہوتا ہے۔ روپے کا کوئی ملک نہیں ہوتا۔ روپے والوں میں حب الوطنی نہیں ہوتی۔ ان کا واحد مقصد نفع کمانا ہوتا ہے"۔

لیکن ۱۸۰۳ء میں صدر جیفرسن نے نپولین سے ایک سودا کیا۔ ۳۰ لاکھ ڈالر دے کر لوزیانہ کا علاقہ فرانس سے لے لیا۔ یہ رقم لے کر نپولین یورپ فتح کرنے نکل پڑا۔ بینک آف انگلینڈ نے ان سب ملکوں کو قرضہ دے کر مدد کی اور سب اس کے مقروض ہو گئے۔ چار سال بعد ناتھن راتھ شیلڈ نے فرانس سے سونا سمگل کر کے سپین میں ڈیوک آف ولنگٹن کو دیا کہ فرانس پر حملہ کر دے۔ اس کے نتیجہ میں نپولین کو جزیرہ البا (Elba) میں ملک بدر کر دیا گیا۔

(جاری ہے)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

Vol:9 Regd. CPL No . 127 No.1

WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

وقت نہیں ہوتا' اتنے قلیل وقت میں ایسے مؤثر انداز میں قرآن فہمی کا اس سے بہتر اور کوئی طریقہ اختیار کرنا ممکن نہیں۔ البتہ اس پروگرام کی مناسب تشہیر ہونی چاہئے کیونکہ لوگوں کو اس پروگرام کی افادیت کا صحیح اندازہ نہیں ہو پا رہا۔

اشفاق احمد (بزنس مین' ماڈل ٹاؤن)

ہم آج تک جو قرآن پاک پڑھتے رہے وہ اندھوں کی طرح پڑھتے رہے۔ قرآن کا پیغام کیا ہے یہ ہمیں یہاں آکر معلوم ہوا۔ اس پروگرام میں شرکت سے پہلے ہمیں اپنے ایمان کے بارے میں بھی شعور نہیں تھا۔ یہاں آکر احساس ہوا کہ ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں۔ ہماری ڈائریکشن اور زندگی کا مقصد کیا ہونا چاہئے۔ اللہ ڈاکٹر صاحب کو زندگی اور صحت دے۔

باسط مسعود (پرنسپل جیالوجسٹ' نیپاک)

یہ نہایت مفید پروگرام ہے جو صرف ایک بار سننے سے قرآن کی طرف آپ کو کھینچ لیتا ہے۔ مجھے پچھلے سال سات' آٹھ دن سننے کا موقع ملا تو ارادہ کیا کہ اگلی بار پورا پروگرام اٹینڈ کروں گا۔

قرآنی آیات کا شان نزول' سیاق و سباق' آیات اور سورتوں کا نظم و ربط' مختلف تراجم سے سمجھ میں نہیں آتا جس کی وجہ سے ان خاص آیات اور سورتوں کی اہمیت ہم پر واضح نہیں ہو پاتی اور جب تک وہ چیزیں سمجھ نہ آئیں تو قرآن کی سب آیتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی معلوم ہوتی ہیں۔ الحمد للہ یہ سب چیزیں ہمیں یہاں سننے کو ملیں۔ میرا مشورہ ہے کہ رمضان سے پہلے بھی سال کے دوران کچھ پروگرام رکھے جانے چاہئیں مثلاً خاص ایام اور راتوں میں چیدہ چیدہ پروگرام دو تین دن پہلے ملا کر رکھے جانے چاہئیں۔ وہ ایک طرح سے رمضان کے لئے تیاری ہوگی' تاکہ لوگ ذہنی طور پر تیار ہو کر رمضان کے اس پروگرام میں زیادہ سے زیادہ شامل ہوں۔

میں یہ پروگرام سن کر قرآن کے پیغام کے بارے میں یہ سمجھا ہوں کہ قرآن ہم سے جرأت عمل مانگتا ہے' باتوں کی حد تک تو ہم مسلمان ہیں اب فیصلے کا وقت ہے' قرآن ہم سے صرف فیصلہ چاہتا ہے' کیونکہ اب ہم پر کوئی حجت باقی نہیں رہ گئی۔ لیکن ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہمیں روایتی مذہبی طبقے کی طرف سے ایسی باتوں میں الجھا دیا گیا ہے کہ ہمیں اگر عمل کا کہا جائے تو ہم تیار نہیں ہوں گے۔

محمد عبدالقیوم (پینٹر و آرٹسٹ)

دورۂ ترجمۂ قرآن کے بابرکت روحانی ماحول میں شامل ہو کر الحمد للہ روح کو روحانی تقویت ملی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس طرح کے پروگرام پاکستان میں عام ہوں۔

شکاگو میں نائب امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کا دورۂ ترجمۂ قرآن و دیگر مصروفیات

امریکہ میں تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام شکاگو کے اسلامک سنٹر میں نماز تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام تسلسل سے منعقد ہو رہا ہے۔ دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگرام کا انعقاد تنظیم اسلامی شکاگو کی دیرینہ خواہش تھی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اکتوبر ہی میں امیر تنظیم اسلامی کی خدمت میں درخواست دے دی گئی تھی۔ شکاگو کے اسلامک سنٹر کی جس مسجد میں یہ پروگرام ہو رہا ہے' وہاں امیر محترم کے ریکارڈ شدہ خطبات اور دروس' پچھلے دس سالوں سے باقاعدگی سے سنے جا رہے ہیں۔ کیونکہ یہ مسجد ایسے علاقے میں ہے جہاں اردو بولنے والوں کی اکثریت رہتی ہے۔ مسجد کی انتظامیہ نے بھی تنظیم اسلامی کو دورہ ترجمہ قرآن کی سہولت دینے کے سلسلے میں بڑے جوش و خروش کا مظاہرہ کیا۔ دورۂ ترجمہ کے اس پروگرام میں نائب امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب قرآن مجید کا ترجمہ اور مختصر تشریح بیان کرتے ہیں۔ شکاگو میں ان کی آمد سے قبل ہی گرد و نواح کی مساجد میں اس پروگرام کی تشہیر شروع کر دی گئی تھی۔ ۵ دسمبر ۱۹۹۹ء کی صبح جناب عاکف سعید صاحب شکاگو پہنچے جہاں وہ ابتدائی طور پر برادرم ہاشم خاں کے ہاں ٹھہرے جو شکاگو میں تنظیم اسلامی کے سیکرٹری ہیں کیونکہ ان کے گھر سے تنظیم اسلامی نارتھ امریکہ کا مرکزی دفتر اور TINA کے امیر کا گھر بھی قریب ہی ہے۔ دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام بہت اچھے طریقے سے جاری ہے۔ حاضری حسب توقع ہے اور حاضرین وقت کی پابندی کے ساتھ باقاعدگی سے حصہ لے رہے ہیں۔ پرانے احباب کے ساتھ ساتھ نئے رفقاء بھی پروگرام میں شریک ہو رہے ہیں۔ اوسط حاضری تیس (۳۰) سے چالیس (۴۰) افراد پر مشتمل ہے جس میں بیس سے تیس حضرات اور دس سے پندرہ خواتین ہوتی ہیں۔ تراویح کے دوران تمام حاضرین کی تواضع دیگر لوازمات سے کی جاتی ہے۔ ہفتے کے عام دنوں میں پروگرام نسبتاً کم دورانئے (اڑھائی سے تین گھنٹے) کا ہوتا ہے جبکہ ہفتے کے اختتام (Weekends) پر ایک گھنٹے کا اضافہ کر لیا جاتا ہے۔ برادرم عزیز خان اس پروگرام کو ریکارڈ بھی کر رہے ہیں۔

دورۂ ترجمہ قرآن کے مسلسل پروگرام کے علاوہ نائب امیر تنظیم کے متعدد دیگر خطابات و انٹرویو کا سلسلہ بھی ساتھ ساتھ جاری ہے۔ یہ سلسلہ ان کے امریکہ پہنچتے ہی شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ پہلے ہی روز شام کے وقت مسلم کمیونٹی سنٹر (MCC) میں "استقبال رمضان" کے پروگرام میں جناب عاکف سعید صاحب نے خطاب فرمایا۔ اگلے روز انہوں نے ٹینا کے مرکزی دفتر کا دورہ کیا اور مختلف احباب سے ملاقاتیں کیں جن میں ٹینا کے امیر جناب عطاء الرحمن اور شکاگو کی تنظیم کے خزانچی جناب عزیز خان شامل تھے۔ اگلے روز محترم عزیز خان نے جناب عاکف سعید کے ریڈیو انٹرویو کا اہتمام کر رکھا تھا۔ یہ انٹرویو بہت عمدہ رہا۔ رمضان میں اس ریڈیو چینل سے اکثر امیر محترم کے خطابات نشر ہوتے رہتے ہیں۔

۸ دسمبر ۱۹۹۹ء کو نصیر الدین محمود کی رہائش گاہ پر رات کے کھانے پر تمام رفقاء مدعو تھے۔ یہیں سے سب رفقاء مسجد روانہ ہوئے جہاں "استقبال رمضان" کا ایک اور پروگرام تھا۔ اس رات رمضان المبارک کا چاند بھی نظر آ گیا اور نماز تراویح ادا کی گئی۔

۱۰/ دسمبر ۱۹۹۹ء کو خطبہ جمعہ سے پہلے جناب عاکف سعید صاحب نے درس دیا جسے ہندوستان' پاکستان اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے سنا۔ اس کے بعد انہوں نے مسنون خطبہ دیا اور نماز جمعہ کی امامت کرائی۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۹۹ء کو رفیق محترم حامد صاحب نے مکی مسجد میں خطبہ جمعہ کا اہتمام کر رکھا تھا جہاں زیادہ تعداد ہندوستانی مسلمانوں کی ہے انہوں نے بھی جناب عاکف سعید صاحب کے خطاب کو بہت پسند کیا اور مطالبہ کیا کہ رمضان المبارک کے باقی تینوں اجتماعات جمعہ میں بھی وہی خطبہ دیں۔ لیکن بعد کا خطبہ جمعہ بوجوہ اس مسجد میں ہوا جہاں دورۂ ترجمہ قرآن جاری ہے۔ البتہ اگلے جمعہ کا پروگرام پھر مکی مسجد میں طے کر دیا گیا۔

جناب ڈاکٹر طور نے اپنے سالانہ پروگرام "بانی پاکستان محمد علی جناح" کے موقع پر بھی حافظ عاکف سعید صاحب کو مہمان خصوصی اور مقرر کی حیثیت سے بلایا جہاں انہوں نے "قیام پاکستان میں قائد اعظم کا کردار" کے موضوع پر تقریر کی۔ رفیق محترم محمد عبدالحئی نے شکاگو کے اسلامک سنٹر کے تعاون سے ۳۱ دسمبر ۹۹ء کو ایک افطار پارٹی کا اہتمام بھی کیا۔ جس میں دورۂ ترجمہ قرآن کے سامعین کے ساتھ ساتھ معززین علاقہ کو بھی دعوت دی گئی تھی۔